پیش لفظ

قرآن حکیم نے آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ''ہم عنقریب انفس وآفاق میں (منکرین کو) اپنی نشانیاں دکھائینگے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ حق ہے۔'' دورِ جدید کی تمام سائنسی دریافتیں اس دعویٰ کا اعتراف کرتی جارہی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی مبنی بر توحید تعلیمات ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان اپنے تئیں خلا کو مسخر کرنے میں مصروف ہے۔آزادانہ سائنسی تحقیق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مشرکانہ مزاج اور ماحول رہا ہے جو کہ سارے کا سارا مظاہر پرستی پر مشتمل تھا۔آزادانہ سائنسی تحقیق کے لیے موافقت کا ماحول صرف اسلام کے انقلابِ توحید کے بعد ظہور پذیر ہوا ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سائنسی ترقی اسلام کی مرہونِ منت ہے۔آج دنیا میں اگر کسی مذہب کی کتاب اصل حالت میں محفوظ ہے تو وہ صرف اور صرف قرآنِ حکیم ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ خود غیر مسلم اسکالرز جنھوں نے مذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا ہے وہ خود اس نتیجے پر پہونچے ہیں۔اس سلسلے میں فرانس کے ڈاکٹر موریس بوکائی سرِ فہرست ہیں جن کی کتاب ''بائبل، قرآن اور سائنس'' شہرت حاصل کرچکی ہے۔ کیناڈا کی ٹورنٹو یونیورسٹی کے ڈاکٹر کیتھ مور بھی اس سلسلے میں کافی کام کرچکے ہیں اور اپنے نتائج مختلف دانشگاہوں میں خطبات کی شکل میں پیش کرچکے ہیں۔

گو کہ قرآن معروف معنوں میں سائنس کی کتاب نہیں ہے اور قرآن کا بنیادی مقصد انسان کو گمراہی اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسے ہدایت اور سعادت کی راہ پر لے آنا ہے تاکہ وہ دنیاوی اور اخروی حسنات کو حاصل کرسکے لیکن اس ضمن میں قرآنِ حکیم نے انسان کو کائنات پر غور وفکر کرنے کیلیئے جن آیات میں دعوت دی ہے وہ جدید سائنسی دریافتوں کے مطابق ہیں۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے جو زبردست قوتوں کا مالک ہے جو اس کائنات کو بڑی حکمت کے ساتھ چلا رہا ہے۔ جس کی مرضی کے تحت کائنات اور اس کی موجودات گردش میں ہیں۔ اور قرآن اس خالقِ کائنات کا کلام ہے، جس کی عظمت کی دلیل خود کائنات ہے۔

جناب شہزادو شیخ صاحب کا خطبہ بھی عظمتِ قرآن کے موضوع پر ہے اور سائنسی دلائل سے انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس وقت کرہ ارض پر قرآنِ حکیم کے علاوہ کوئی الہامی کتاب اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہے، اور اس لیے انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر مسلمان دوبارہ دنیا کی امامت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں قرآنِ حکیم کا گہرائی سے مطالعہ کرنا ہوگا اور اس پر عمل کرنا ہوگا۔ وہ اپنے خطبے میں ایک جگہ نوجوان طلبآء پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''اگر آپ کو حکمت حاصل کرنی ہے، اگر آپکو حکومت حاصل کرنی ہے، اگر آپ کوئی اعلیٰ مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ہوگا۔''

تعلیم کا بنیادی مقصد ہر دور میں قلب و روح کی جلا اور تحصیلِ بصیرت رہا ہے۔ کیڈٹ کالج لاڑکانہ اپنی ابتدا سے ہی ایسی تقاریب کا انعقاد کرتا رہا ہے جو اساتذہ و طلبآء کی فکری نشو ونما و بالیدگی کا باعث ہوں۔ صوبائی اور قومی سطح کے اسکالرز کے توسیعی خطبات کا انعقاد اور باقاعدگی کے ساتھ کتب و رسائل کی اشاعت اس کا ثبوت ہیں۔

جناب شہزادو شیخ، ایڈیشنل آڈیٹر جنرل، حکومتِ پاکستان (موجودہ ایڈیشنل چیف سیکریٹری، حکومتِ سندھ) نے ہماری استدعا پر مورخہ 9 ستمبر 1999ع کو ''قرآن اور سائنس'' کے موضوع پر اپنے شاندار علمی خطبے سے ہمارے طلبآء اور اساتذہ کو نوازا۔

جناب شیخ صاحب نے اپنے قیمتی خیالات کو جو کہ قرآن اور سائنس کے گہرے فکری تقابل پر مشتمل ہیں، اس قدر دلچسپ، عام فہم اور واضح انداز میں پیش کیا ہے کہ ایک عام قاری بھی اس کو سمجھنے میں دقت محسوس نہیں کرے گا۔

ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مختلف مواقع اور اوقات میں جن اسکالرز نے اپنے خطبات پیش کیے ہیں، ان سب کو مرتب کر کے شایع کیا جائے تاکہ موجودہ اور آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے علمی جواہر پاروں سے روشناس ہو سکیں اور ان اسکالرز کے وقیع علمی و فکری نظریات کی تبلیغ اور اشاعت بھی ہو سکے۔ ہماری یہ موجودہ کوشش، توسیعی خطبات کے اشاعتی سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ مستقبل قریب میں باقی خطبات بھی شایع کیے جائیں گے انشاء اللہ۔ آنے والے خطبات میں بین الاقوامی سطح پر مشہور و معروف اسکالر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ڈاکٹر این۔ بی۔ جی۔ قاضی، پروفیسر شریف المجاہد مرحوم ڈاکٹر تنویر عباسی کے خطبات اشاعت کیلیے تیاری کے مرحلے میں ہیں۔

اس خطبے کو آصف علی بھٹی لیکچرر شعبہء انگریزی نے آڈیو ٹیپ پر ریکارڈ کیا اور حوالہء قرطاس کیا۔ مسودے کو محنتِ شاقہ سے سکندر علی چنا، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہء اسلامیات نے مدّون و مرتب کیا۔ اس اہم خطبے کو محفوظ و شایع کرنے میں ان دونوں اساتذہ کا میں انتہائی شکر گذار ہوں۔

مجھے امید ہے کہ قارئین اس خطبے کو انتہائی مفید پائیں گے اور جناب شہزاد و شیخ کے قرآن و سائنس کے گہرے مطالعے اور ان کی فکری بصیرت کی داد دیں گے۔

شکریہ۔

محمد یوسف شیخ

پرنسپل

۷ ستمبر ۲۰۰۱ء

کیڈٹ کالج لاڑکانہ

QURA'AN AND SCIENCE

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

It is really a matter of great honour for me to be here with you, to be among such a galaxy of beautiful stars, who are the future of our country and the future of the Ummah. While coming here I had requested the honourable Principal not to introduce me, but just say a few words about the purpose behind it.

Any way, I do not deserve all such polite words he has used for me. He has been very kind to me all along. I am very thankful to him. It is very encouraging for me that I am among the educationists.

I belong to this place. I was brought and educated in Larkana. Somehow I have also been associated with this august institution. It could be developed only with the able and untiring efforts of Prof. Muhammad Yusuf Shaikh against all the odds and problems which the Cadet College Larkana project was facing.

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لونگا بلکہ بہتر یہی ہے کہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے موضوع پر گفتگو شروع کروں۔ میں آپکا بیحد مشکور ہوں کہ آپ نے، اپنی اتنی زیادہ نصابی اور ہم نصابی مصروفیات کے باوجود مجھے گفتگو کا موقعہ دیا ہے۔

مجھے جو موضوع دیا گیا ہے وہ اتنا وسیع ہے کہ اسے ایک نشست میں نہیں نبھایا جا سکتا اور پھر میری اتنی حیثیت بھی نہیں ہے کہ اتنے بڑے موضوع پر بات کر سکوں۔ لیکن آپکی طرح، اپنے آپ کو ایک طالب علم سمجھتے ہوئے کچھ ایسی باتیں کرونگا, جس سے ذہنوں کے جامد پانی میں لہریں ابھریں، موجیں اٹھیں جو ذہنوں میں طلاطم پیدا کریں۔

ہمارا جو موضوع ہے "قرآن اور سائنس" اس پر تفصیل سے گفتگو کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ ہم اپنے لیے کچھ Parameters مقرر کرلیں اور پھر اسی کی حدود میں رہ کر بات کریں۔

قرآن اور سائنس میں Fact اور Theory کا فرق ہے۔ Scientific Theories چاہے ایک قانون (Law) کی شکل بھی اختیار کرلیں لیکن پھر بھی ان میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی کی گنجائش رہتی ہے کیونکہ ان پر مسلسل تحقیق ہوتی رہتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس قرآن حق ہے, یہ ایک Fact ہے، ایک Truth ہے۔ اس میں کسی بھی قسم کے شک اور شبھے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ہمیں کوئی Scientific Theory قرآن کے تناظر میں سمجھنے میں دقت پیش آرہی ہو تو ہمیں کسی بھی قسم کے احساس کمتری یا شک کو ذہن میں نہیں لانا چاہیے۔ بلکہ ہمارا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ ہمارا علم محدود ہے اور اس پر مزید غور و فکر کرنے سے وہ پہلو خود بخود وقت کے ساتھ ساتھ سمجھ میں آجائے گا اور قرآن میں جو کچھ بھی کہا گیا ہے وہ حقائق ہیں، وہ سچ ہے۔ لہٰذا اس بحث کی روشنی میں ہمارا پہلا اصول (Parameter) یہ ہوگا کہ:

۱۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی قرآن پاک وہ کتاب ہے جس میں کسی بھی قسم کے شک وشبے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ حق ہے، اس میں جو کچھ بھی بیان ہوا ہے وہ سچ ہے، اس لیے ہم Scientific Theories کو قرآن کی روشنی میں دیکھیں گے۔ قرآن Isolation میں ایک کتاب نہیں ہے بلکہ یہ تسلسل میں ایک کتاب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم قرآن پر ایمان کی بات کرتے ہیں تو تورات، انجیل اور زبور بھی اس میں شامل ہیں یعنی ان پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ لیکن تورات، انجیل اور زبور وہ جن کو قرآن نے جس طرح بیان کیا ہے نہ کہ وہ جو آج موجودہ شکل میں اہل کتاب کے پاس موجود ہیں۔ لہٰذا ہمارا دوسرا Parameter ہو گا کہ تورات، انجیل اور زبور پر بھی قرآن پاک کے مطابق ہمارا ایمان ہے۔

۲۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔

"(ایمان والے) ایمان لاتے اس پر جو اے (رسول ﷺ) تجھ پر نازل ہوا اور جو تجھ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں"۔

اس آیت سے باقی دو Parameters کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ہم قرآن کے ساتھ دوسرے علوم قرآن کی روشنی میں دیکھیں گے کہ قرآن کائنات کی "تخلیق" اور آخرت کے بارے میں کیا کہتا ہے، اسی ضمن میں سائنس اور دوسری الہامی کتابیں کیا کہتی ہیں۔

قرآن میں کہا گیا ہے کہ اللہ جو رب العرش العظیم، وہ ہی اول، آخر، قائم اور باقی ہے جس نے اس کائنات کو ایک Time frame میں بنایا ہے، جس کی ایک آخرت ہونی ہے۔ ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ سائنس اور مذہب یا آسمانی کتابوں کے درمیان یہ تفریق کیوں پیدا ہو گئی ہے کہ آج ہمیں سائنس "اور" قرآن کے الفاظ استعمال کرنے پڑ رہے ہیں؟ یہ یاد رکھیں کہ سائنس مشاہدے اور تجربے پر مبنی علم ہے، جو حقائق نہیں ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ تورات اور انجیل کو جس طرح قرآن میں explain کیا گیا ہے اہلِ کتاب اسے، اس طرح نہیں دیکھتے۔ تورات اور انجیل جس طرح مرتب کیے گئے، اس کی وجہ سے سائنسی اور مذہبی نظریات میں ٹکراؤ اور دوری پیدا ہو گئی۔

تقریباً ۱۵ ویں صدی قبل مسیح میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات ملی تو اس کو اسی وقت کتابی شکل نہیں دی گئی، اس کی نا مکمل کتابی شکل کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب گیارھویں صدی قبل مسیح میں پہلی اسرائیلی بادشاہت میں لکھنے کا رواج پھیلنے لگا۔ یعنی تورات کے نزول کے تقریباً تین چار سَو سال بعد تورات کو یکجا کیا گیا اور مزید ایک سو سال اسے کتابی شکل دینے میں لگے۔ لہٰذا تورات کا پہلا نسخہ جو اس کتاب کی پہلی شکل میں منصۂ شہود پر آیا وہ تقریباً دسویں صدی قبل مسیح میں ہوا جس کو Yahvist Text کہتے ہیں۔ یعنی تورات کا کتابی نسخہ اس کے نزول کے پانچ سَو سال بعد منظرِ عام پر آیا۔ اگر آج آپ کسی کو کوئی message دیں تو دوسرے دن وہ اس message کو ان ہی الفاظ میں نہیں دہرا سکتا۔ تو آپ اندازہ لگائیں کہ جب تورات کو اس کے تقریباً پانچ سَو سال بعد محض عذرا فقیہہ کے حافظے کی بنیاد پر مرتب کرکے کتابی شکل دی گئی تو اس کا کیا حال ہوا ہو گا۔ Yahvist text کے بعد Elohist text اور Sacerdotal versions بھی شامل کیے گئے۔ تورات میں اصل میں پانچ کتابیں شامل ہیں۔

اسی طرح آٹھویں صدی قبل مسیح میں ایک کتاب مرتب کی گئی جو تورات کا حصہ ہی جسے استثنا (Deuteronomy) کہتے ہیں۔ اس میں قائدے اور قوانین دیے گئے ہیں۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں جب بخت نصر نے بیت المقدس کو پامال کیا تو مقدس کتابیں بھی جل گئیں۔

قصہ مختصر، تیسری صدی قبل مسیح میں تورات کے تین نسخے جو باہم متضاد تھے موجود تھے، جسے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد پہلی صدی عیسوی میں مرتب کیا جسکا نام تورات ہے جس کے معنیٰ ہیں قانون۔

اب آپ اندازہ لگائیں کہ ایک کتاب کو مرتب کرنے میں چودہ سَو سال لگے ہیں تو اس میں انسانی ذہن کی کتنی Intervention شامل ہو گئی ہو گی۔ اس کا نتیجہ

پتہ نکلا کہ چونکہ اس میں حقائق مسخ ہو چکے تھے اس لئے آگے چل کر سائنس کی دریافتوں اور اس مذہب میں دوری پیدا ہو گئی۔ مثال کے طور پر تورات کی کتاب پیدائش (Genesis) میں لکھا ہے کہ آئندہ کے لئے اس زمین پر انسان کی عمر ایک سو بیس برس ہو گی۔ اب اس کو کوئی سائنسدان نہیں مانے گا۔ حالانکہ اسی تورات میں یہ بھی لکھا ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد، نوح علیہ السلام کی پشت میں سے کم سے کم دس افراد ایسے گذرے ہیں جن کی عمریں ۱۴۸،۱۴۶ سے لے کر ۶۰۰ سو سال تک تھیں۔ اب ایک ہی کتاب کی اسی قسم کی غیر حقیقی اور متضاد باتوں کو دیکھ کر سائنسدانوں نے تورات کو رد کر دیا اور کہا کہ جس کتاب میں اتنا تضاد ہو ہم اس کو اپنی سائنسی تحقیق کے لئے رہنما نہیں بنا سکتے۔ اس طرح سائنس اور مذہب میں دوری ہونا شروع ہو گئی۔

اب آیئے انجیل کی طرف۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رَفعِ اِلَی السَّماء کے ۱۴۰ سے لے کر ۷۰ سال بعد اس کو مرتب کیا گیا۔ کئی انجیلیں لکھی گئیں۔ لیکن بعد میں ۳۲۵ عیسوی میں (The Council of Nicaea) نے موجودہ چار اناجیل کو (Canonic or official version) کے طور پر تسلیم کر لیا جنہیں عہد نامہ جدید یا (New Testament) کہا جاتا ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل کتابیں آجاتی ہیں:-

۱۔ متی کی انجیل The Gospel of Mathew
۲۔ لوقا کی انجیل The Gospel of Luke
۳۔ مرقس کی انجیل The Gospel of Mark
۴۔ یوحنا کی انجیل The Gospel of John

باقی جتنی بھی انجیلیں تھیں یا دوسرا مواد تھا سب چھپا دیا گیا۔ اب کیا شائع ہوا اور کیا چھپا دیا گیا ہمیں پتہ نہیں ہے۔ یقیناً انہوں نے خلوص کے ساتھ کوششیں کی ہو نگی۔ لیکن انسانی کاوش جو اتنے برسوں بعد ہوئی اس کو بعینہٖ درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو آج عیسائیت ہے اس پر انجیل کی بجائے St. Paul کی شخصیت کا

اثر زیادہ ہے۔ سینٹ پال وہ ہے جو بہت Controversial ہے اور جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی زندگی میں، نہ ان پر ایمان لایا اور نہ ان سے ملا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رَفعُ اِلَی السَّمآء کے بعد اس نے دعویٰ کیا کہ جب وہ دوبارہ زندہ ہوئے، ان کی جب Re-surrection ہوئی ہے تو انہوں نے ان کو دمشق کے راستے پر دیکھا۔ وہاں سے Paulian Christianity اور Judean Christianity دو تحریکیں شروع ہو گئیں۔

یہاں پر میں ایک چھوٹی سی مثال دونگا کہ انجیل میں چاند اور سورج کے لئے ایک ہی لفظ استعمال ہوا ہے، یعنی روشنی دینے والا۔ جب کہ قرآن حکیم نے سورج اور چاند کی روشنی کیلئے الگ الگ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ سورۃ یونس کی آیت نمبر ۵ میں ہے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا۔

''اللہ نے سورج کو درخشندہ اور چاند کو نورانی بنایا''۔

ضیاء کسی کی ذاتی روشنی کو کہتے ہیں جبکہ نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو دوسرے سے اکتباس کی گئی ہو۔ اسی جہت سے قرآن حکیم نے سورج کی روشنی کے لیے ضیاء اور چاند کی روشنی کے لیے نور کا لفظ استعمال کیا ہے۔ کیونکہ سورج خود روشن ہے (Self-luminous) جبکہ چاند اپنی روشنی سورج سے مستعار لیتا ہے۔ چاند سورج کی روشنی کو reflect (منعکس) کرتا ہے۔ یہ بات قرآن حکیم نے ۱۴۰۰ سال پہلے کی جسے آج سائنس صحیح ثابت کر رہی ہے۔

اس ایک مثال سے آپ اندازہ لگائیں کہ قرآن حکیم انسانی ذہن کی اختراع نہیں ہے، یہ خالق کائنات کا کلام ہے۔ لہٰذا اس کے حقائق کبھی بھی سائنسی حقائق سے نہیں ٹکرائینگے بلکہ یہ ان کے ساتھ ہم آہنگ ہونگے۔

یہ صرف اس لیے ممکن ہوا کہ جیسے ہی کوئی وحی نازل ہوتی تھی تو حضور ﷺ اپنے کاتبین سے کہہ کرا سے لکھوا دیتے تھے۔ لکھوانے کے بعد اسے خود سنتے تھے، اسے Verify کرتے تھے، پھونجگانہ نمازوں میں اسے دہراتے تھے اور رمضان شریف میں اس

کی پوری revision ہوتی تھی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک تورات یا انجیل کی طرح صدیوں کے بعد نہیں لکھا گیا بلکہ نازل ہوتے ہی لکھا گیا اور اسے محفوظ کر دیا گیا جس کی وجہ سے قرآن پاک کا متن لفظ بہ لفظ محفوظ ہے۔

یہ سب میں نے اس لیے بتانے کی کوشش کی کہ سائنس اور مذہب میں دوری کی ایک بہت بڑی وجہ تورات اور انجیل میں حقائق مسخ ہونے سے پیدا ہوئی۔ اب ہم تھوڑا سا سائنس کی طرف آنے کی کوشش کریں گے۔

قرآن کریم کی جو پہلی آیت نازل ہوئی وہ یہ تھی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

"پڑھ اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا ۝ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی ۝"۔

یہ آیت ہم کئی مرتبہ سنتے ہیں، کئی مرتبہ پڑھتے ہیں، لیکن پڑھ کے آگے چلے جاتے ہیں۔ اس آیت کے اسرار و رموز اور اس کی گہرائیوں میں اتر کر نہیں دیکھتے، اس پر غور نہیں کرتے۔ میرے خیال میں آج تک سائنس کی جتنی بھی ترقی ہوئی ہے یا ہو رہی ہے یا آئندہ جو بھی Development ہو گی وہ اس آیت کے تحت رہے گی، وہ اس سے باہر نہیں نکل سکے گی۔

ڈارون نے کہا کہ انسانی ارتقا میں دو چیزیں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں:

1. Genetic Material

2. Environment

Survival کا جو Advantage ملتا ہے وہ Intelligence اور Scientific Discovery کی وجہ سے ہے۔ یہ ڈارون کی Principles of Natural selection کا اختصار ہے۔

آج اس کرہ ارض پر جتنے بھی انسان زندہ نظر آ رہے ہیں، جتنی بھی ترقی ہوئی ہے، اتنی ساری سہولیات مہیا ہو گئی ہیں، بہت ساری بیماریوں پر Control کر لیا گیا ہے، یہ سب Discoveries اصل میں intelligence کا اظہار ہیں جس سے advantage of survival حاصل ہوا ہے۔

ابھی جس پہلی آیت کے نازل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اس میں سائنس کی بات ہو رہی تھی، حضور اکرم ﷺ کو Message دیا گیا ہے کہ ''پڑھیں'' اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ''پڑھیں اس کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے''۔ اٹھتے ہی Creation کی بات ہو رہی ہے۔ دیکھیے سائنس کی بات ہو رہی ہے۔ میں نے اس لیے کہا کہ پوری سائنس اس آیت کے گرد ہے۔ اس آیت میں تقریباً ۱۴۰۰ سال پہلے ''تخلیق/Creation'' کی بات ہو رہی ہے۔ اب جا کے سائنسدان کہیں Theory of Big Bang کی بات کر رہے ہیں کہ کائنات کیسے تخلیق ہوئی۔ اس وقت فزکس، کیمسٹری، نیوکلیئر انرجی میں جتنی بھی ترقی ہوئی ہے وہ اسی آیت کے گرد گھوم رہی ہے۔

دوسری آیت یہ ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

''انسان کو پیدا کیا اس چیز سے جو چپکتی ہے''۔

اب آپ بتائیں کہ ہم نے اس آیت پر کتنا غور کیا ہے؟ اس ایک آیت میں پوری سائنس سمائی ہوئی ہے۔ چودہ سو سال پہلے جو بات کی گئی تھی آج پوری سائنس اس کے تعاقب میں لگی ہوئی ہے۔ بات یہاں ختم نہیں ہو جاتی۔ اگر ہم آیت پر پورا دن بھی بحث کریں تو میرے خیال میں وہ ختم نہیں ہو گی۔

آپ ذرا سوچیں کہ یہاں اقرا کی بات کیوں کی گئی ہے۔ computer technology اور Information Technology میں جتنی بھی ترقی ہوئی ہے وہ اسی آیت کے گرد گھوم رہی ہے۔ آپ Computer کو linstruction feed کرتے ہیں (اقرا)، کمپیوٹر آپکے پروگرام کو read کرتا ہے یعنی آپکے پہلے سے install کئے ہوئے programme کو read کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو جب اپنی وحی نازل کی کہ ''پڑھیے'' تو حضور اکرم ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ کہاں ہے کتاب، یہاں تو کوئی کتاب نہیں ہے، یہاں تو کچھ نہیں لکھا ہوا ہے کہ میں پڑھوں، یہاں تو نہ دیوار پہ لکھا ہوا ہے

نہ زمین پر ہے، میں کیا پڑھوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب یہ نہیں تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ ”میں پڑھا ہوا نہیں ہوں“۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات سے انکار نہیں تھا کہ لکھا ہوا موجود نہیں ہے۔

ڈارون نے Genetic Material کی بات کی۔ اسکو ذہن میں رکھیں اور غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ"۔ ”اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔“

اس کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تعالیٰ سائنس کی بات فرما رہے ہیں ۔ اگر آپ Hydrochloric Acid پتھر پر بھی پھینکیں تو وہ اس کو جلا دیتا ہے۔ Calcium carbonate کے ساتھ وہ react کرتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ HCL اگر پہاڑ پر ڈالا جائے تو وہ اس کو جلا دے گا، اس کو ختم کر دے گا، تو یہ Scientific بات ہے یا نہیں؟ اسی طرح پتھر کو مقرر کردہ قوانین کے مطابق Laser سے توڑا جا سکتا ہے۔ یہ سائنس کی باتیں ہیں۔ اس آیت مبارکہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چیز نازل کرنا چاہتے تھے اس کو ایک زبان (Language) میں آنا تھا، اس کو پہاڑ اور پتھر نہیں لے سکتے تھے۔ اس کے لئے Genetic Material کی ضرورت تھی تو اس کے لئے خاص طور پر ایک Genetic material کو create کیا گیا۔ اور پھر اس پر قرآن پاک Inscribe کیا گیا۔ ”اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ“ ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے شب قدر میں۔“

کمپیوٹر میں پروگرام Download کیا جاتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ اسی طرح قرآن کریم کے پروگرام کو شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے جیسے کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ پہلے آسمان پر نازل فرمایا Download کر دیا۔ تنزیل کے معنی ہیں "To send down" تو اس پروگرام کو Download کرنے کے لئے خاص Genetic material کی ضرورت تھی۔

کسی ٹیپ، ریڈیو یا وڈیو کوئی پروگرام رکارڈ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کے لئے خاص Material چاہیے ورنہ آپ اس کو Record نہیں کر سکتے اور پھر جب آپ اس کو Read کرنا چاہیں گے تو بھی آپ کو اس کیلئے خاص Technology کی ضرورت پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا Genetic material اور اس کے ساتھ Technology پیدا کی کہ اس میں قوت تھی کہ اس پر یہ خاص Programme کیا جا سکتا تھا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ o عَلَّمَہُ الْبَیَانَ o" رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، اس کو بولنا سکھایا۔" اس آیت کی ترتیب بڑی اہم ہے۔ پہلے عَلَّمَ الْقُرْآنَ آیا ہے پھر خَلَقَ الْاِنْسَانَ اور پھر اس کے بعد ہے عَلَّمَہُ الْبَیَانَ۔ قرآنِ پاک کا ہر لفظ اپنی جگہ پر مستحکم ہے۔ Genetic material یعنی DNA مخصوص Code پر مشتمل ہے، اس کی اپنی ایک زبان (Language) ہے۔ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے DNA میں یا ایک جانور اور ایک انسان کے DNA کا فرق اس کے Graph کی بنا پر ہوتا ہے۔ مطلب کہنے کا نظریہ آ رہا ہے کہ پڑھنے کی قوت یا Programme کو Genetic Material پر Install کیا گیا پھر انسان کو اسکا Form دیا گیا، اور اس کو بولنا سکھایا گیا۔ حضورِ اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ:

"کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ کَمَثَلِ الْبَھِیْمَۃِ تُنْتَجُ الْبَھِیْمَۃُ ھَلْ تَرٰی فِیْھَا جَدْعَاءَ"

"ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے جانور کہ جب وہ پیدا ہوتا ہے تو کیا تم کسی کو "کن کٹا" دیکھتے ہو؟"

اس تناظر میں دیکھیں تو ہمیں حضور ﷺ کی حدیث سمجھ میں آ جاتی ہے کہ ہر بچہ اپنی فطرت پر یعنی Genetic Nature لے کر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین

یا گھریا ارد گرد کا ماحول یعنی Environment اس کی پرورش کرتے ہیں تو وہ ان کا مذہب یا طور طریقے اپنا لیتا ہے۔ قرآن پاک میں بار بار یہ تاکید کی گئی ہے کہ آپ تدبر کریں، آپ فکر کریں، سوچیں آپکا دل (Mind) آپکو اسی طرح حقیقت کی طرف لے جائیگا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لے گیا تھا۔ آپ رجوع کریں حقیقت آپکے Genetic Code میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ environment ہے جو آپکو اِدھر اُدھر کردیتا ہے۔

اب اس کے بعد ہم خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ پر سائنس کے نقطہ نظر سے بات کرینگے یعنی Newton اور Einstein کے نظریے پر بات کرینگے۔ یہاں پر میں آپ کو اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں کہ جب میں گورنمنٹ پائلٹ اسکول لاڑکانہ میں میٹرک میں پڑھتا تھا تو میں نے ایک Debate Competition میں حصہ لیا جس کا موضوع تھا:

"As we go nearer to moon we go nearer to God."

اس کے لیے میں نے قرآن شریف سے ایک آیت کا انتخاب کیا وہ آیت تھی:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔

''اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، تم نہیں نکل سکتے بغیر سند کے / بغیر قوت کے۔''

میں اپنے عربی کے استادِ محترم کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ''سر! مجھے اس آیت کا مفہوم سمجھا دیں تاکہ میں جب Debate میں حصہ لوں تو یہ آیت اچھی طرح میرے ذہن میں واضح ہو اور میں اس کو بہتر طریقے سے Explain کر سکوں''۔ تو مجھے Discourage کیا گیا۔ اور اس آیت مبارکہ کے سائنسی پہلو کو سمجھنے سے دور رکھا گیا۔ میں نے سوچا کہ بہر حال یہ میرے استادِ محترم ہیں، عربی اور قرآن شریف جانتے ہیں، میں چپ کر گیا۔ لیکن یہ آیت تقریباً 35 سال سے میرے ذہن میں گھومتی رہی اور مجھے اس کا احساس رہا کہ اس آیت کے مفہوم میں کوئی چیز ایسی ضرور ہے جو مجھے سمجھ میں نہیں آئی ہے۔

علامہ اقبال کے اشعار کا انگریزی ترجمہ میں نے پڑھا تو وہاں پر قرآن شریف کی کسی آیت کا ترجمہ دیا ہوا تھا:

"These are the signs for those who understand."

اس سے میں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیاں) ہر طرف سائنس میں موجود ہیں، یہ چیز اُن کو سمجھ میں آئے گی جو سوچتے ہیں۔

آیئے غور کریں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سائنس کی اتنی بڑی بات کی ہے کہ اس کو ایک کتاب میں بھی پورا نہیں کیا جا سکتا۔ پہلے اس آیت کے لفظی مفہوم کو لیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ "یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ" "اے گروہِ جن وانس"۔ "اِنِ اسْتَطَعْتُمْ" "اگر تم کو استطاعت ہے" "اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا" "تو تم آسمانوں اور زمین کی حدود/قطاروں سے نکل جاؤ" "لَا تَنْفُذُوْنَ" "نہیں نکل سکتے" "اِلَّا بِسُلْطَانٍ" "Except with force" "بغیر سند/طاقت کے"۔

میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ جب آپ قرآن شریف پڑھیں تو براہِ کرم اس کو معنیٰ کے ساتھ، ترجمے کے ساتھ پڑھیں، کم از کم زندگی میں ایک مرتبہ ضرور معنیٰ کے ساتھ پڑھیں۔ آپ قرآنِ پاک کو ایک مرتبہ سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں گے، آپ کا دل دس مرتبہ چاہے گا کہ قرآنِ پاک کو مزید پڑھا جائے۔ اس میں اتنی جاذبیت (Attraction) ہے، آپ خود بخود اس کی طرف رجوع کرتے جائیں گے۔ حضور ﷺ کے دور کی بات ہے، آپکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ جو لوگ غزوات یا سرایا میں قید ہو کر آپ کے پاس آتے ہیں، ان کو قرآن پڑھ کر سنایا کریں۔ جب وہ آزاد ہو جاتے تو واپس آ جاتے تھے اور مسلمان ہو جاتے تھے۔ تو اتنی تاثیر ہے قرآن پاک میں، اس کی تلاوت میں۔ تلاوت کے معنیٰ صرف پڑھنے کے نہیں ہیں یا قرآن شریف کپڑے میں لپیٹ کر بند کر کے رکھنے یا بخشوانے کے لیے نہیں ہے۔ قرآن کے معنیٰ ہیں بار بار پڑھنا اور تلاوت کے معنیٰ ہیں اس پر عمل کرنا،

اس کی پیروی کرنا۔ قرآنِ پاک کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں، سوچ سمجھ کر پڑھیں۔ قرآن سمجھنے کی چیز ہے۔ اس کی مختلف Stages ہیں۔ جب آپ اس کو پڑھیں گے اور وہاں پہنچیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ قرآن آپ سے بات کرتا ہے۔ آپ اپنے آپ کو اللہ ربّ العزّت سے محوِ گفتگو پائیں گے۔

قرآن کی سورۃ مزمل اور سورۃ مدثر میں time table دیا گیا ہے۔ اس میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے Syllabus بھی موجود ہے، اس پر عمل کریں گے تو آپ کو حکمت ملے گی، جب حکمت ملے گی تو حکومت ملے گی۔ اسلام محکومی کے لیے نہیں حکمرانی اور اس کا نظام قائم کرنے کے لیے ہے۔

ہم پھر واپس اسی آیت مبارکہ کی طرف آتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: " یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ" اس میں " یٰا" کہہ کر بلایا گیا ہے۔ ''یٰا'' Wakeup call ہے۔ سورۃ مزمل اور سورۃ مدثر سورۃ علق کے بعد کی آیات میں سے ہیں۔ ان آیات میں حضور ﷺ کو Wakeup call دی گئی تھی۔ سورۃ مزمل اور سورۃ مدثر میں بھی آپ ﷺ کو ''یٰا'' کہہ کر پکارا گیا تھا، کہ آپ پر بہت بڑی ذمہ داری آنے والی ہے، اس کے لیے آپ تیار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی اسی طرح Invite کیا ہے۔ ''یٰا'' کی بہت لمبی تفسیر ہو جائے گی۔ اسکو مختصر کرتے ہیں۔ مَعْشَرَ کا مطلب ہے ''گروہ'' یہاں گروہ کے معنی بکھرے ہوئے لوگوں کے نہیں ہیں۔

''مَعَاشَرَت' اس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو Homogenius Group ہو۔

It is a wakeup call to the scientists, it is a wakeup call to the researchers, it is a wakeup call to those, who think.

اس میں پڑھے لکھے لوگوں کو "Wakeup" کیا گیا ہے جو اس چیز کو سمجھتے ہیں۔ یہاں پر یٰاَیُّھَاالنَّاس کہہ کر پوری انسان ذات کو پکارا جا سکتا تھا لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ '' یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ'' کہا گیا۔ '' معاشرت'' کے لفظ کے ساتھ۔

یہ ہمارے ان اہلِ دانش کے لیے دعوت ہے جو ''انسیت'' رکھتے ہیں، خاص طور پر ''اِنسِ'' کا لفظ ملا کر اس کو زیادہ اہم بنادیا گیا۔ اِنس کے معنیٰ ہیں وہ جو انسیت رکھتے ہیں، جو جانتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آگہی عطا کی ہے، جن لوگوں نے علم حاصل کیا ہے، جن کو اِس چیز کا پتہ ہے اُن کو یہ خطاب کیا جا رہا ہے۔ یہاں ''اِنْ'' کا لفظ ''اگر'' کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ انگریزی میں ''اگر'' کے لیے لفظ آتا ہے "If" اگر ہم تین قسم کے جملے انگریزی میں ادا کریں۔ مثلاً ہم کہیں کہ:

(1) If you take this medicine you will be cured.

(2) If you take this medicine, still you can't survive.

(3) If you take this medicine, there is a possibility that you may survive.

عربی میں ان تینوں Conditions کے لیے الگ الگ الفاظ ہیں۔ قرآنِ کریم میں بھی ان تینوں حالات کیلیے الگ الگ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

قرآن کریم میں اگر کسی چیز کی possibility کی بات ہوتی ہے تو وہاں ''اِنْ'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ''اِنْ'' حرفِ شرط ہے اور ''اگر'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ اگر تم یہ دوا کھاؤ گے تو یقیناً تم شفایاب ہو جاؤ گے، اور تاکید کے لیے آتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً اس کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ مثلاً: قرآن میں ہے کہ ''اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ'' ''اگر وہ رک جائیں تو (اللہ) ان کو بخش دے گا''۔ تو یہاں ممکن کی بات کی گئی ہے (achieveablity) کی بات کی گئی ہے۔

دوسری condition کے لیے قرآن میں لفظ استعمال ہوا ہے ''لَوْ''۔ یہ بھی ''اِنْ'' کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن ''لَوْ'' بالعموم ایسے اُمور کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا وقوع میں آنا ممکن ہی نہ ہو۔ یعنی محض فرضی طور پر ایسا کہا جائے۔ اس کا ترجمہ ''بفرضِ محال'' ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں کفار کیلیے ایک جگہ آیا ہے کہ:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۔ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ۔"

"اگر ہم ان (کافروں) کے سامنے، آسمان میں کوئی دروازہ کھولدیں۔اور یہ اس میں چڑھنے بھی لگ جائیں۔(تو بھی یہ ایمان نہ لائیں) اُس وقت یہ کہنے لگ جائیں کہ ہماری نگاہیں بند کردی گئی ہیں یا ہم پر جادو کردیا گیا ہے۔"

تو یہاں "لَوْ" استعمال ہوا ہے کہ اگر بفرضِ محال ان پر آسمان کے دروازے کھول بھی دیے جائیں یعنی کوئی واضح دلیل بھی آجائے تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو "لَوْ" مفروضے کے طور پر استعمال ہوتا ہے کہ "اگر آپ یہ دوا استعمال بھی کریں گے تو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" اس آیت میں اِنِ اسْتَطَعْتُمْ کہا گیا ہے کہ اگر تم کو استطاعت ہے۔یعنی یہ چیز ممکن ہے۔اب استطاعت کے کیا معنی ہیں؟ استطاعت کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے کیلیے جن قوتوں، صلاحیتوں اور اسباب و ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا موجود ہونا۔ مثال کے طور پر اگر ہم نے یورنیم enrichment کرلی تو کیا ہم Nuclear Capable ہوگئے؟ کیا ہم نے ایٹمی قوت حاصل کرلی؟ نہیں۔اگر nuclear enrichment کے بعد ایٹم بم بنا بھی لیا جائے تو کیا اس سے Nuclear Capability آ گئی؟ یعنی اگر آپ کے پاس Nuclear Weapon ہے لیکن آپ کے پاس اس کا Delivery System یا Missile System نہیں ہے تو بھی استطاعت پوری نہیں ہوتی، یعنی اگر اس کے ساتھ اسے استعمال کرنے کی قوت نہ ہو۔چلیں اگر آپ کے پاس یہ قوت بھی آ گئی ہے لیکن کیا آپ کے پاس وہ سیاسی قوت اور فیصلہ کی قوت ہے کہ اس کو بوقت اشد ضرورت استعمال کرسکیں؟ اس کے لیے اس کے ساتھ سلطان کی بھی ضرورت ہے۔ سلطان کے معنی ہیں غلبہ اور قوت۔اس کے بعد "اَنْ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔یہ دوبارہ

تاکید کی جارہی ہے، یقین دلایا جارہا ہے کہ اگر تم اسطرح کروگے تو یہ ممکن ہے۔

اسی آیت میں آگے کہا گیا کہ " فَنفُذُوا" یعنی نکل جاؤ۔ فَانفُذُوا imperative ہے یہ ایک caution ہے یا order ہے۔ فَانفُذُوا کے معنی ہیں کسی چیز کے آرپار ہو جانا۔ کسی چیز میں سے سوئی کی طرح آرپار ہو جانا۔ اس میں سے تیزی کے ساتھ گذر جانا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس میں delivery system کی بات کی گئی ہے۔ اس میں نقشہ دیا گیا ہے۔ Graph بتایا گیا ہے، Delivery System کا ماڈل دیا گیا ہے۔ اس پر بڑی تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سوئی کی طرح سے ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف نکل جانا۔ اس آیت میں penetration کی بات ہو رہی ہے۔ penetration کی بات صرف اس حد تک نہیں ہے کہ Injection لگایا اور اس کو پھینک دیا بلکہ ایک طرف سے سوئی کی طرح داخل ہو کر تیز رفتاری سے دوسری طرف سے نکل جانا۔ آپ اَقطَارِ السَّمٰوٰتِ سے کیسے نکل سکتے ہیں، اس کو کیسے Cross کر سکتے ہیں۔ آپ ان کی Orbit سے کیسے نکل سکتے ہیں۔ اس کیلیے آپکو ایسی technology کی ضرورت ہے جس کے ذریعے آپ زمین سے نکل جائیں، اس کے کشش ثقل Gravitational Pull سے نکل کر آپ دوسری طرف چلے جائیں۔ یہ پورا نقشہ قرآن نے بتایا ہے لیکن جدید تحقیق دوسروں نے کی۔ انہوں نے میزائل needle کی شکل کا بنایا کہ کس طرح سے Orbit سے گذرتا ہے۔ ہم صرف اس کے معنی قرآن سے ملا کر خوش ہو رہے ہیں۔ باقی اس سے زیادہ تحقیق ہم نہیں کرتے۔ مسلمانوں نے تحقیق آٹھویں سے بارھویں صدی عیسوی تک کی جو مسلمانوں کے عروج کا دور تھا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالٰی حکمت کے بعد حکومت عطا کرتا ہے۔ حکمت کیسے ملے گی۔ تزکیہ کے ساتھ۔ تزکیہ کے ساتھ حکمت ملی، اور حکمت کے ساتھ حکومت ملی۔ لیکن جیسے جیسے ہم قرآن

سے ہٹتے چلے گئے تو حکمت سے دور ہو گئے، حکمت گئی تو حکومت بھی چلی گئی۔

مسلمانوں کے عروج اور سائنسی ترقی کا دور آٹھویں سے بارھویں صدی عیسوی تک رہا۔ مغرب کے مؤرخین خود تسلیم کرتے ہیں۔ (Brafault) بُرِفُو اپنی کتاب ''تشکیل انسانیت'' Making of Humanity میں لکھتا ہے کہ اگر اسلام کا Revolution نہیں آتا، اگر مسلمان سائنسی تحقیق نہیں کرتے تو جو اٹھارویں صدی میں یورپ میں صنعتی انقلاب آیا، جو Scientific Developments ہوئیں ہیں، وہ نہیں ہوتیں۔ مسلمانوں نے ہی اس Industrial Revolution کی بنیاد رکھی ہے۔ یہ ایک الگ موضوع ہے کہ مسلمانوں نے سائنسی ترقی میں کیا خدمات سر انجام دیں۔ مسلمانوں نے اس میں بڑا کام کیا ہے۔ لیکن آج ہم دوسروں کے محتاج ہیں۔

اب ہم پھر آتے ہیں اس آیت کی طرف کہ تم نہیں نکل سکتے بغیر قوت کے۔ یعنی استطاعت کے ساتھ قوت کی بھی ضرورت ہے۔ اگر آپ کے پاس Sovereignty ہے، اگر آپکے پاس حکومت ہے، اگر آپ کے پاس سُلطنت ہے تو آپ ایٹم بم بنا سکتے ہیں۔ اگر پاکستان نہیں بنتا تو ہندوستان میں جو اس وقت 12 کروڑ مسلمان ہیں وہ اپنا الگ سے ایٹم بم نہیں بنا سکتے تھے۔

ان تمام چیزوں کے لیے، کائنات کو مسخر کرنے کیلیے، حکمت کی یہ چیزیں حاصل کرنے کیلیے، Science کی یہ باتیں achieve کرنے کیلیے آپ کو استطاعت کی ضرورت ہے۔ استطاعت کے ساتھ ساتھ آپکو قوت اور غلبہ اور Soverignty اور حکومت کی بھی ضرورت ہے۔ حکومت اور سلطنت کے ساتھ آپ کو political will کی بھی ضرورت ہے اور آپ کی political will تب تک بن ہی نہیں سکتی جب تک آپ مکمل طور پر آزاد نہ ہوں، جب تک آپ Completely Sovereign نہ ہوں، کسی اور کے آگے ہاتھ نہ پھیلا رہے ہوں،

کسی اور سے Dictation نہ لے رہے ہوں۔ اگر آپ میں یہ تمام چیزیں ہیں تو آپ یہ کام کرسکتے ہیں۔ یعنی جب تک آپ کی تمام قوتیں Social, Physical , Political , Economic Forces آپ کے پاس نہیں ہوں گی تب تک آپ آگے نہیں جاسکتے۔ آپ نے پچھلے ہفتے اخبار میں روس کے خلائی سائنسدانوں کے روتے ہوئے چہرے دیکھے ہونگے کہ ان کے آنسو نکل رہے تھے۔ اخبار نے لکھا کہ وہ روتے ہوئے خلائی اسٹیشن MIR سے واپس آرہے ہیں۔ یہ ان کی آخری خلائی Visit قرار دی جارہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم دوبارہ نہیں جاسکتے کیونکہ ہماری حکومت نے اس پروگرام کو Abandon کردیا ہے۔ اب روس کے پاس وہ اقتصادی قوت نہیں ہے۔ حالانکہ Russian Federation اب بھی آزاد ممالک کا اتحاد ہے۔ لیکن کیا ان کے پاس اب وہ اقتصادی استحکام، وہ Economic Stability وہ Economic قوت ہے؟ ان کے پاس وہ Political Will ہے؟ ان کے پاس وہ Sovereignty ہے کہ وہ I.M.F اور World Bank کے سامنے اپنی بجٹ میں خلائی تحقیق کے لیے پیسے رکھوا سکیں؟ نہیں۔ اس لیے انہوں نے اس پروجیکٹ کو بند کرکے سائنسدانوں کو واپس بلا لیا۔

میرے خیال میں روسی سائنسدانوں کا خلا سے واپس آنا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے تحت ہوا ہے۔ کیوں کہ کسی کو حکومت، سرداری اور فضیلت عطا کرنا صرف اللہ عزوجل کی قدرت ہی میں ہے۔ دنیا کی امامت دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ Russians ہی تھے جن کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ خلا میں لے گیا۔ یوری گاگارین پہلا روسی سائنسدان تھا جس نے خلا میں کام کیا۔ پھر روسی سائنسدانوں سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے خلا کی تسخیر کی لیکن ہم نے خدا کو کہیں نہیں دیکھا (نعوذ باللہ)۔ ان کے بیانات اور ان کی statements ریکارڈ

پر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف روسیوں سے زمین کی حکومت چھین لی بلکہ ان کو خلا سے بھی باہر کر دیا، خلا کی بھی حکومت ان سے چھین لی گئی۔ کیوں کہ مذہب اور سائنس کی جنگ میں روسی سائنسدانوں نے اچھا کردار ادا نہیں کیا تھا۔ مثال کے طور پر انہوں نے Big Bang Theory کو مکمل طور پر رد کر دیا۔ Big Bang Theory یہ ہے کہ ایک Point of Time پر ایک بہت بڑا دھماکہ ہوا جس سے یہ کائنات پیدا ہوئی۔ خَلق / Creation کی بات پر سائنسدان متفق نظر آتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس Russian سائنسدانوں نے یہ کہا کہ دھماکوں سے صرف Matter پیدا ہوا۔ time and space پیدا نہیں ہوئے۔ وہ پہلے ہی اس میں موجود تھے، اسی چیز نے ان میں دھماکہ کیا۔ انھوں نے اس Theory کی بھی مخالفت کی کہ کائنات مسلسل expand کر رہی ہے۔ تمام ستارے ایک دوسرے سے دور جا رہے ہیں، کائنات اپنے Volume (حجم) میں مسلسل Expand کر رہی ہے۔ لیکن روسی سائنسدانوں Lifeshitz and Isshac نے کہا کہ کائنات میں اجرام فلکی Side - Wave Movement کر رہے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ کائنات پیدا کی گئی تو اس کا material ایک جگہ پر جمع نہیں تھا۔ جب پورا material ایک جگہ پر جمع نہیں تھا تو اس میں پھٹنے کی بھی بات نہیں ہے اور اس لیے "Big Bang" بھی نہیں ہوا ہے۔ انھوں نے اس Theory کو رد کیا۔ لیکن اس کے خلاف بہت سارے سائنسدانوں نے بغیر کسی مذہبی تعصب کے ثابت کیا کہ ان کی بات صحیح نہیں ہے، تو روسی سائنسدانوں نے اپنی Theory واپس لے لی۔

آپ نے پچھلے ہفتے Dawn اخبار کے پچھلے صفحے پر ایک فوٹو دیکھا ہو گا جس

میں Hubble کے فوٹو گرافرز نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کائنات مسلسل پھیلنے کے ساتھ ساتھ جھوم رہی ہے۔ Galaxies Expand کرنے کے ساتھ ساتھ They are dancing ایک لے (Rythm) کے ساتھ جھوم رہی ہیں۔

توہم بات کر رہے تھے اِلَّا بِسُلْطَانٍ کی اگر آپ کے پاس "force" نہیں ہے اور Force کے مطلوبہ Ingredients نہیں ہیں تو آپ کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔

قرآن کی آیات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کو حکمت حاصل کرنی ہے، اگر آپکو حکومت حاصل کرنی ہے، اگر آپ کوئی اعلیٰ مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپکو قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ہو گا۔ آپ دیکھیں گے، آپ محسوس کریں گے کہ قرآن آپ سے باتیں کرتا ہے، آپ کے سوالات کے جوابات دیتا ہے۔ آپ ایسا محسوس کریں گے کہ جیسے قرآن کی باریکیاں آپ پر کھل رہی ہیں۔ اسکے نئے نئے راز آپ پر عیاں ہو رہے ہیں۔

تیرے وجود پر جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کَشّاف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " وَ نَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰاھَا۔

"قسم ہے نفس کی اور اس میں پیدا ہونے والے توازن کی۔ پس ہم نے اس میں فجور اور تقویٰ کی استعداد رکھ دی ہے"

یعنی اس کے اندر ایک Censor رکھ دیا کہ What is wrong and what is right. چور جب چوری کریگا تو اس کے اندر جو Censor ہے وہ اس کو بتائے گا کہ یہ غلط کام ہے۔ لیکن اس کے باوجود چور دونوں Options یعنی Right and Wrong میں سے اگر Wrong منتخب کریگا تو کر سکتا ہے لیکن Censor اس کو ضرور بتائے گا کہ یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی قربت کی بات بتائی ہے

کہ انسان کے دل اور اس کے فیصلے کے درمیان اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

چھٹی صدی قبل مسیح میں فیثا غورث Pethagorus نے کہا کہ پوری کائنات سورج کے گرد گھوم رہی ہے اور سورج اپنی جگہ جامد Stationary ہے۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں ارسطو نے کہا کہ اس کائنات کا مرکز اور محور یہ زمین ہے جس کے گرد پوری کائنات گردش کرتی ہے۔ ارسطو کی Theory کو دوسری صدی عیسوی میں بطلیموس نے ایک ماڈل کے ذریعے پیش کیا کہ تمام سیارے زمین کے گرد گھوم رہے ہیں جو کہ سائنسی لحاظ سے غلط تھا۔ اس سے سائنسی ترقی کو بڑا نقصان ہوا۔ کیونکہ عیسائیوں نے Vatican میں اس ماڈل کو، Officially تسلیم کرلیا کہ تمام کائنات زمین کے گرد گردش کررہی ہے اور یہ Bible کے بیان کے قریب تر ہے۔ جو بھی اس کے خلاف بولے گا وہ کافر ہے۔ دوسری صدی عیسوی سے لے کر 16 ویں صدی عیسوی تک کسی میں ہمت نہیں تھی کہ اس Theory کے خلاف بولے، جو بولا اس کو انہوں نے تہس نہس کردیا، اس کو جلاوطن کردیا، اس کا بہت برا حشر کیا۔

یہاں تک کہ 1516 عیسوی میں کاپرنیکس نے جو پولینڈ کا ایک پادری تھا، اس نے کہا کہ یہ تو غلط ہے کہ زمین کائنات کا مرکز ہے۔ لیکن اس وقت بھی Christianity اتنی مضبوط تھی کہ کاپرنیکس کو اپنے خیالات دبا کے رکھنے پڑے۔ پھر سولھویں صدی عیسوی میں کاپرنیکس کی تھیوری کو گلیلیو نے support کیا۔ لیکن اس نے جب برملا کہا تو پادری اس کے پیچھے پڑ گئے، اس پر کیس چلایا گیا blasphemy کا۔ انہوں نے اس کو نظر بند کردیا۔ گلیلیو نے جب معافی مانگ لی تو اسے چھوڑا گیا۔ تو اتنا ظلم ہوا کہ سائنس کی دریافتوں کو آگے نہیں بڑھنے دیا گیا۔ اس کی وجہ سے مغرب میں سائنس اور مذہب کے درمیان دوری بڑھتی چلی گئی۔ اور آج ہم بھی انہی خطوط پر چل رہے ہیں حالانکہ اسلام اور سائنس میں کوئی دوری نہیں ہے۔

حضور علیہ السلام نے تو فرمایا ہے کہ:

اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ۔

''علم حاصل کرو چاہے وہ چین میں ہو''

چین میں اس زمانے میں شریعت نہیں پڑھائی جاتی تھی بلکہ مختلف علوم پڑھائے جاتے تھے۔ اسلام سائنسی تحقیق سے نہیں روکتا۔ اسلام جب آیا تو اس نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسلام ایک تاریخی انقلاب ہے۔ بہر حال دو سال کے بعد گلیلیو نے اپنی کتاب روم سے باہر smuggle کر کے بھیج دی۔ جس میں اس نے کہا تھا کہ سورج کائنات کا مرکز ہے اور تمام سیارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں اور چاند اپنے Planets کے گرد گردش کرتے ہیں۔ یہ پہلا break through تھا کہ سائنس نے مذہب کو Challenge کر دیا اور پھر اتنی بغاوت ہوئی کہ سائنس الگ اور مذہب الگ ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے سے دور ہٹتے چلے گئے۔ Newton نے سائنس کی اس تحقیق میں مزید اضافہ کیا کہ یہ تمام چیزیں کششِ ثقل Gravitational Forces کے تحت گھوم رہی ہیں۔ آئن اسٹائن نے ایک اور نظریہ کو رد کیا کہ تمام چیزیں ایک دوسرے سے دور ہٹتے ہوئے ایک جگہ جا کر Anti-gravity کی وجہ سے ان میں balance یا equilibrium پیدا ہو جاتا ہے۔ gravity بذاتِ خود کچھ بھی نہیں ہے بلکہ یہ mass کی وجہ سے ہے جس میں اتنا pulp ہے۔ تو آئن اسٹائن نے mass کو recognize کیا۔ اس نے کہا کہ space ایک ایسا dimension ہے جس کو یہ سورج یا جو بھی بڑے بڑے Masses ہیں Curve کر لیتے ہیں جن پر یہ گھومتے ہیں۔ جنہیں Orbit کہا جاتا ہے۔

قرآن میں tracks کے لیے اَلْفَلَکْ کا لفظ آیا ہے۔ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔

''تمام کرّے اپنے اپنے مدار Tracks/Orbit پر نہایت تیزی کے ساتھ تیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں''۔ یہ Tracks یا فلک Spherical ہیں۔ جن پر تمام چیزیں بیضوی شکل میں Eliptically گھومتی ہیں۔ اس سائنسی سفر سے محسوس ہو رہا ہے کہ سائنسدان آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کے قریب آ رہے ہیں۔ امریکہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں کائنات کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے کہا ہے کہ: سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ ''اور ہم ان کو اپنی نشانیاں ان کی اپنی جانوں کے اندر اور آفاق کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائیگا کہ یہ حق ہے۔'' یہاں تک کہ Cloning کے process کی طرف بھی قرآن میں اشارے موجود ہیں۔ Genetic Engineering کے اشارے موجود ہیں۔ Genetic Engineering میں جتنی تحقیق ہو رہی ہے یہ سب ''مِنْ عَلَقٍ'' میں آ جاتا ہے۔ جیسے جیسے سائنس کی ترقی ہو گی قرآن کے حقائق کھل کر واضح ہو جائینگے۔ اس لیے میری آپ سے گذارش ہے کہ قرآن کو معنی کے ساتھ پڑھیں۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ جو افراد سائنسی علوم پڑھتے ہیں وہ قرآن کا باترجمہ مطالعہ کریں اور جو دینی ادارے ہیں وہاں سائنسی علوم متعارف کرائے جائیں۔ سائنس اور مذہب کی دوری اس طرح سے ہی کم ہو سکتی ہے۔

وقت کی کمی کی وجہ سے میرے خیال میں یہ Unfinished talk ہے۔ مجھ سے اگر کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں، میں بھی ایک طالب علم ہوں۔ اب اگر آپ کی طرف سے کچھ سوالات ہوں تو میں آپکے سامنے حاضر ہوں۔

سوال ا۔ ہمارے یہاں اکثر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ بات تمھارے خمیر میں شامل ہے۔ تو کیا اس بات کا کوئی سائنسی ثبوت ہے؟ کیا سائنس اور قرآن میں اس کے بارے میں کچھ کہا گیا ہے؟ (محمد عارف پٹھان، لیکچرر شعبہ اردو)

جواب۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۔ ''اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔''
اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قوانین بنائے ہیں ان کو جب بھی apply کیا جائے گا تو آپکو ضرور اس کا مطلوبہ نتیجہ مل کر رہے گا۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ جب چاہیں اپنے Laws میں intervene کریں۔ حضرت عزیر کو موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا یا اصحاب کہف کو کافی سالوں تک سلائے رکھا پھر اٹھایا۔ تو وہ قادرِ مطلق ہے جب چاہے اپنے قوانین میں ردوبدل کر سکتا ہے۔ لیکن وہ عام طور پر اپنے قوانین میں ردوبدل نہیں کرتا۔ لہٰذا یہ جو انسانی خمیر کی آپ نے بات کی ہے تو اس سے مراد Genetic Material ہے جس میں RNA/DNA ہے جس کی بنا پر ایک انسان اور جانور میں فرق ہے۔ یہ بات انسان کے خمیر میں شامل ہے کہ وہ بات کر سکتا ہے، بول سکتا ہے جب کہ ایک جانور نطق نہیں رکھتا وہ بول نہیں سکتا۔ تو خمیر سے مراد اس کا Genetic Code ہے جس کی وجہ سے یہ Human Technology کام کر رہی ہے۔

سوال ۲۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ ہم نے سات آسمان اور سات زمینیں بنائی ہیں؟ اس سے کیا مراد ہے؟ (عبدالکریم سمیجو۔ لیکچرر فزکس)

جواب۔ بڑا خوبصورت سوال کیا ہے۔ سائنسدانوں نے اس کو مانا ہے صرف مسئلہ یہ ہے کہ وہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ سات آسمانوں کی جو بات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کائنات محدود ہے It is limited, it is finite۔ یہ لامحدود نہیں ہے it is not infinite۔ جب آپ کسی چیز کی numbering کر دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ اس نمبر تک محدود ہے۔ آپ اسے limited کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے لیے فرمایا ہے کہ آپ ان کو شمار نہیں کر سکتے، آپ ان کو گن نہیں سکتے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔ ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے۔'' یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی numbering نہیں کر سکتے، ان کو گن نہیں سکتے کہ وہ ایک million ہیں، ایک billion ہیں یا 50 billion ہیں۔ لیکن اس کے بر عکس کائنات کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ۔ ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اور اسی جیسی سات زمینیں پیدا کیں''. Newton نے کہا کہ اگر یہ کائنات infinite ہوتی تو space بھی Infinite ہوتا اور یہ material بھی iinfinite ہوتا، تو یہ جو کائنات اس وقت جس طرح ہمیں نظر آرہی ہے وہ اس سے مختلف ہوتی۔ اور آپ کسی بھی Point سے اس کائنات کو دیکھتے تو یہ آپ کو ایک جیسی (symmetrical) نظر آتی اور اگر یہ space محدود ہوتا اور اس میں جو material ہے وہ لا محدود ہوتا تو یہ کائنات گر جاتی، Collapse کر جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ نیوٹن نے کہا کہ یہ کائنات balanced ہے۔ یہ کائنات equilibrium کی وجہ سے Finite ہے اور اس میں جو Material ہے وہ بھی Finite ہے۔ نظریہ کے مطابق space کو gravitation اور anti-gravitation کے دو forces نے equilibrium میں رکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد آئن اسٹائن نے کہا کہ اگر یہ کائنات infinite ہوتی تو پورا آسمان سورج کی طرح چمکتا ہوتا۔ یہ جو آسمان ہمیں سیاہ یا نیلا نظر آتا ہے یہ ایسا نہ ہوتا۔

اس کے لیے میں ڈاکٹر اسٹیفن ہاکنگ کی کتاب A Brief History of Time آپ کو suggest کرتا ہوں کہ آپ اسے پڑھیں، اس میں اس نے ثابت کیا ہے کہ یہ کائنات finite ہے، limited ہے۔ infinite نہیں ہے۔

اس کے بعد Fieldman نے تین ماڈلز پیش کیے۔ اس نے بھی کہا کہ یہ کائنات finite ہے اس لیے کہ یہ بھی curved inside ہے۔ اس نے کہا کہ اگر یہ flat ہوتی تو بھی finite ہوتی۔

اب آیئے کہ سات آسمان اور اس ہی جیسی سات زمینوں سے کیا مراد ہے۔ عربی میں سَبۡعٌ سات کے عدد کو بھی کہتے ہیں اور 'کئی ایک'' یعنی several یا متعدد many کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ہماری زبان میں بیسیوں، پچاسوں، سینکڑوں کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اس سے مراد کوئی معین عدد نہیں ہوتا۔ یا جیسے ہم کہتے ہیں کہ تمھیں سو بار سمجھا چکے ہیں۔ اس سے مراد ٹھیک سو کی تعداد نہیں ہوتی ان معانی کے پیشِ نظر سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ سے مراد ہے متعدد اجرامِ فلکی یعنی (Celestial Bodies)۔ بطلیموس کے زمانے میں پانچ سیارے دریافت ہوئے تھے تو اس نے ارسطو کا ماڈل پانچ سیاروں پر مشتمل دکھایا۔ پھر سات سیارے دریافت ہوئے اب نو دریافت ہو چکے ہیں۔ دسویں کے بارے میں بھی کہا جارہا ہے کہ وہ بھی دریافت ہوا ہے۔ اب رہا اس آیت میں مِثۡلَهُنَّ یعنی اس ہی جیسی زمینیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے اور سیاروں planets یا اجرامِ فلکی کے material میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی جس طرح کے material سے Mars یعنی مریخ کو بنایا گیا ہے اسی طرح کے material سے زمین کو بھی بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ زمینی مادے کو آسمانوں کے مثال harmony میں بنایا گیا ہے۔

فرانس کے Maurice Bucaille ڈاکٹر موریس بوکائی نے 1978 میں ایک کتاب لکھی The Bible, the Quran and Science۔ وہ شاہ فیصل سے ملا۔ اس نے عربی سیکھی پھر قرآن اور حیاتیاتی سائنس کا تقابلی مطالعہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ قرآن کے حقائق اور سائنس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔

فرعونِ موسیٰ کی لاش کیلیے قرآن نے کہا ہے کہ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً۔ "آج ہم تیرے بدن کو بچالیں گے تا کہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی ہو۔" یہودی اور عیسائی ہمیں طعنے دیتے تھے کہ کہاں ہے فرعونِ موسیٰ کا بدن؟ قرآن میں جب یہ آیت اتری تو وہ نہایت عجیب تھی۔ اس وقت کسی کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ فرعون کا جسم کہیں محفوظ حالت میں موجود ہے۔ اس آیت کے نزول پر اسی حالت میں تقریباً چودہ سو سال گذر گئے۔ پروفیسر لاریٹ (Loret) پہلا شخص ہے جس نے 1898 عیسوی میں مصر کے ایک قدیم مقبرے میں داخل ہو کر دریافت کیا کہ یہاں مذکورہ فرعون کے لاش کی Mummy یعنی حنوط شدہ لاش موجود ہے۔ 8 جولائی 1907ء کو الیٹ سمتھ (Elliot Smith) نے اس لاش کے اوپر لپٹی ہوئی چادر کو ہٹایا۔ اس نے اس کی باقاعدہ سائنسی تحقیق کی اور پھر 1912 عیسوی میں ایک کتاب شایع کی جس کا نام تھا شاہی ممیاں (The Royal Mummies)۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ ممی کی ہوئی لاش فرعونِ موسیٰ کی ہے جس کا خاندانی لقب فرعون اور ذاتی نام مرنفتاح (Merneptah) تھا جو رعمیس دوم کا بیٹا تھا۔ اور جو تین ہزار سال پہلے غرق کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر موریس بوکائی نے 1975ء میں فرعون کی اس لاش کا قاہرہ کے میوزیم میں جا کر معائنہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی کتاب The Bible, the Quran and Science میں اس پر جو ایک باب لکھا ہے اس کا خاتمہ ان پر اعتراز سطروں پر ہوا ہے:

"Those who seek among modern data for proof of the veracity of the holy Scriptures will find a magnificent illustration of the verses of the Quran dealing with the Pharoah's body by visiting the Royal Mummies room of the Egyptian museum, Cairo"

''وہ لوگ جو مقدس کتابوں کی سچائی کیلیے جدید ثبوت چاہتے ہیں وہ قاہرہ کے مصری میوزیم میں شاہی ممیوں کے کمرے کو دیکھیں، وہاں وہ قرآن کی ان آیتوں کی شاندار تصدیق پالیں گے جو کہ فرعون کے جسم سے بحث کرتی ہیں۔''

سوال ۳۔ قرآن میں جو یہ کہا گیاہے کہ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ۔ اس سے کیا مراد ہے۔؟ (کیڈٹ عبدالغفار بھنڈ۔انٹر پری انجنیئر نگ)

جواب۔ زمین تقریباً گول ہے۔ایک طرف سے جو مشرق ہے وہی دوسری طرف سے مغرب بھی ہے۔دو اطراف میں اس طرح سے دو مشرق اور دو مغرب بنتے ہیں۔اس کے علاوہ سردی اور گرمی میں طلوع اور غروبِ آفتاب کے انتہائی نقاط بدلتے رہتے ہیں۔اس سے مراد تمام روئے زمین ہے یعنی وہ تمام جہانوں کا ربّ ہے۔آپ نے Mars (مریخ) کی تصاویر دیکھی ہونگی جو مینڈل نے بھیجی ہیں تو وہاں بھی سورج غروب ہوتا ہے کیونکہ وہاں مریخ، سورج کے گرد گردش کر رہا ہے۔اس طرح بہت سارے سیارے (planets) ہیں اس کائنات میں۔

رات اور دن اللہ کی قدرت میں سے ہیں۔ایک جگہ قرآن نے کہا ہے کہ!

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ 28:71-72! '' کہو کہ بتاؤ! اگر اللہ قیامت کے دن تک تم پر ہمیشہ کے لیے رات کردے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے لیے روشنی لے آئے۔تو کیا تم لوگ سنتے نہیں؟ کہو کہ بتاؤ! اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے دن کردے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے لیے رات کو لے آئے جس میں تم سکون حاصل کرتے ہو۔ کیا تم لوگ دیکھتے نہیں۔''

There are billions and billions of galaxies of the universe and each galaxy contains billions and billions of stars. Our galaxy that is the "Milky way" contains more than 100 billion stars and about 50% of these stars have planets.

تو یہ جو مَشْرِقَیْنِ اور مَغْرِبَیْنِ یا مَشَارِق اور مَغَارِبَ کی بات ہے تو وہ اس طرح سے ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا رب ہے وہ اس پوری کائنات پر قادر ہے۔

سوال ۴۔ سورۃ یٰسین میں ہے کہ سورج اور چاند چکر لگا رہے ہیں۔ چکر لگانے سے کیا مراد ہے؟ (عبدالوہاب منگریو۔ لیکچرر اسلامیات)

جواب۔ : Very good, very beautiful question.

Newton نے motion کی مختلف قسمیں بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ سردی میں زمین 30 لاکھ میل سورج سے قریب آ جاتی ہے۔ پھر بھی سردی کا موسم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زمین tilt کر جاتی ہے، نیچے چلی جاتی ہے۔ قرآن شریف نے ہر motion کیلیے الگ الگ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جیسے سورۃ یٰسین کی آیت میں "یَسْبَحُوْن" کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں اپنے دائرے میں، اپنے Orbit میں تیزی کے ساتھ تیرنا۔ سورۃ یٰسین کی جس آیت کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے:

"وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَاؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ o وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ o لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ o"

''اور سورج، وہ اپنی ٹھہری ہوئی راہ پر چلتا رہتا ہے۔ یہ عزیز و علیم کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ ایسا رہ

جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی شاخ۔ نہ سورج کے بس میں ہے کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

سورج تقریباً 250 ملین یعنی 25 کروڑ سالوں میں اپنے مرکز کے گرد اپنا ایک چکر پورا کرتا ہے۔ یہ حرکت کی ایک قسم ہے اور تقریباً ڈیڑھ سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے اپنے مرکز سے دور ہٹتا جارہا ہے۔ یہ دوسری طرح کی حرکت ہے، اور ایک Direction میں جارہا ہے یہ ایک اور قسم کی Movement ہے جس کے تحت وہ 12 میل فی سیکنڈ کی اسپیڈ سے جارہا ہے۔ یہ سب سورج کی مختلف حرکتیں ہیں۔ اب سورۃ یٰسین کی اس آیت میں لفظ استعمال ہوا ہے تَجرِیُ۔ تَجرِیُ کے معنی یَسْبَحُوْنَ سے مختلف ہیں۔

یَسْبَحُوْنَ کے معنی ہیں swim کرنا۔ اپنی body کو force سے swim کرنا اور تَجرِیُ کے معنی ہیں to move in the direction۔ تو یہاں پر linear movement کی بات ہو رہی ہے دوسری movement کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ مُسْتَقَرٍ کے معنی ہیں جو اس کے ''ٹھہرنے کی جگہ'' ہے یا جو اس کی ''جاءِ قرار'' ہے۔ جو Destination ہے۔ یعنی سورج کا جو Delivery Point ہے، جہاں اس کی انتہا ہے۔ لہٰذا سورج اپنی final destination کی طرف گامزن ہے جس میں اس کے ساتھ پورا نظامِ شمسی شامل ہے۔ سورج کی اس direction میں ہماری Milky way میں ایک جگہ ہے جسے Constellation of Hercules کہتے ہیں اس میں ایک point ہے جہاں سورج نے پہنچنا ہے جو سورج کی آخری آرام گاہ ہے۔ اور اس کا سائنسی نام ہے Alpha Lyrae

The sun is moving with a linear motion at the speed of 12 miles per second towards the Alpha Lyrae which is the solar orbit in the constellation of hercules.

یہ سائنسدانوں نے اب ثابت کیا ہے جبکہ قرآن نے چودہ سو سال پہلے بتا دیا تھا۔

سوال ۵۔ میڈیکل سائنس میں آپریشن کرنے کیلیے نشہ دیتے ہیں جبکہ اسلام میں نشہ تو حرام ہے؟ آپ اس کی کچھ وضاحت کرینگے؟(نور محمد تنیو۔ لیکچرر میتھمیٹکس)

جواب۔ : یہ فقہ کا مسئلہ ہے میں اس میں نہیں جانا چاہونگا۔ لیکن قرآن فہمی کیلیے ضروری ہے کہ اس آیت یا جس آیت میں کوئی حکم آیا ہے اس کے سیاق و سباق یا Context کو ضرور دیکھنا چاہیے۔ قرآنِ پاک آہستہ آہستہ تقریباً 23 سالوں میں نازل ہوا۔ لہٰذا اس کا ایک اصول ہے جسے تدریج یعنی steb by step یا stage by stage کہتے ہیں۔ اس کے تحت نشہ کو ایک دم حرام قرار نہیں دیا گیا بلکہ پہلے کہا گیا کہ!

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا"

''لوگ تم سے شراب اور جوئے کی بابت پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ بہت زیادہ ہے ان کے فائدے سے۔" پھر فرمایا کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى"

''اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے، جس وقت کہ تم نشے میں ہو۔"

پھر آخر میں حتمی حکم دیا گیا کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور تھان اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے۔ پس تم ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ۔"

Liquor affects that part of the brain which makes Judgement and takes decision.

خمر یا نشہ، آپکے اندر جو Censor ہے، جو تمیز کرتا ہے، اس کو ختم کر دیتا ہے۔ اس لیے اسلام میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ لیکن جہاں پر آپ کے survival کی بات ہو تو وہاں جان بچانے کیلیے، کچھ شرائط کے ساتھ، کہ حد سے تجاوز نہیں کیا جائیگا، حرام چیز کے استعمال کی، مجبوری کی حالت میں، اجازت دی گئی ہے۔

بقرۃ کی آیت نمبر 173 میں ہے کہ:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ‌ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔

''اللہ نے تم پر حرام کیا ہے صرف مردار کو اور خون کو اور سوئر کے گوشت کو اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبور ہو جائے وہ نہ خواہشمند ہو نہ حد سے آگے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

میرے خیال میں فقہی مسائل میں اگر ہم نہ جائیں تو بہتر ہے۔ بہر حال جو جان بچانے کے لیے، آپریشن کے لیے Anesthesia دیا جاتا ہے وہ نشہ کی ممانعت والی تشریح میں نہیں آتا۔

سوال ۶۔ Is the Big Bang Theory right or wrong? (ثناء اللہ جکھر لیکچرر زولاجی)

جواب۔ : میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ Chirstianity نے اس Theory کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن میرے خیال میں انہوں نے بہت جلد بازی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ یہ ابھی محض Theory ہے۔ حقیقت اور نظریہ میں فرق ہے۔ قرآن میں حقائق بیان کیے گئے ہیں جو مستحکم ہیں۔

نظریات بدلتے رہتے ہیں جیسے ہم نے کئی سائنسدانوں کے بدلتے نظریات کا ذکر کیا ہے۔ قرآن شریف میں ایک آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ زمین اور آسمان پہلے آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ان کو پھاڑ کر الگ کر دیا گیا۔

"اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا۔

''کیا انکار کرنے والوں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے پھر ہم نے ان کو کھول دیا۔'' یہ آیت مبارکہ بہت سارے حقائق کو سمیٹے ہوئے ہے۔ Big Bang Theory محض کچھ پہلوؤں کا ذکر کرتی ہے۔ یہ مکمل نہیں ہے۔ اس میں بہر حال ایک Point یہ ہے کہ اتنی بات سائنس نے مان لی ہے کہ کوئی دھماکہ ہوا تھا اور قرآن سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسا ہوا تھا۔ لیکن یہ اس سے کہیں بڑی اور Deeper بات ہے۔ رَتْق کے معنی ہیں جڑی ہوئی اور ملی ہوئی چیز۔ اور پھر اس کو دھماکہ کے ساتھ الگ کر دیا۔ لیکن اس میں کچھ اشکالات ہیں۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ کائنات کا پورا material ایک point میں جمع تھا جس میں دھماکہ ہوا۔ لیکن وہ اللہ کا نام نہیں لیتے جس نے اس کائنات کو تخلیق کیا اور جو اس دھماکہ کا محرک تھا۔ اس لحاظ سے Big Bang Theory اسلامی نقطہ نگاہ سے مختلف ہے۔

نہ میں سائنسدان ہوں نہ مجھے دوسرے علوم کا احاطہ ہے۔ اگر میں آپ کے سوالات کے تسلی بخش جوابات نہیں دے سکا تو میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے اتنے تحمل سے مجھے سنا۔ آپ سے اتنی درخواست ہے کہ آپ روزانہ تھوڑا سا قرآن شریف معنی کے ساتھ سمجھ کر پڑھیں اور اس پر عمل کریں، آپ دیکھیں گے کہ قرآن آپ سے باتیں کرنے لگے گا۔ شکریہ۔

QURA'AN AND SCIENCE

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

It is really a matter of great honour for me to be here with you, to be among such a galaxy of beautiful stars, who are the future of our country and the future of the Ummah. While coming here I had requested the honourable Principal not to introduce me, but just say a few words about the purpose behind it.

Any way, I do not deserve all such polite words he has used for me. He has been very kind to me all along. I am very thankful to him. It is very encouraging for me that I am among the educationists.

I belong to this place. I was brought and educated in Larkana. Somehow I have also been associated with this august institution. It could be developed only with the able and untiring efforts of Prof. Muhammad Yusuf Shaikh against all the odds and problems which the Cadet College Larkana project was facing.